خیرُ المسالک

حضرت مولانا سید محمد ظاہر حسنی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفۂ خاص حضرت امیر المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہٗ

مقدمہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

ناشر

سید احمد شہیدؒ اکادمی

دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ رائے بریلی

خیر المسالک

از

حضرت مولانا سید محمد طاہر حسنی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفۂ خاص حضرت امیر المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہٗ

مقدمہ

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ

ترجمہ از فارسی

مولانا عتیق احمد قاسمی

ناشر

سید احمد شہیدؒ اکادمی
دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ رائے بریلی

باردوم

۱۴۱۵ھ

قیمت

دس روپے

مطبوعہ نظامی پریس
لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مولانا سید محمد ظاہر رائے بریلویؒ
اور ان کی کتاب "خیر المسالک"

مولانا سید محمد ظاہر بن سید غلام جیلانی بن سید محمد واضح بن سید محمد صابر بن سید آیت اللہ بن شاہ علم اللہ، حضرت شاہ علم اللہ صاحب ہی کے دائرہ میں جو حضرت سید آدم بنوریؒ کے خلیفۂ اعظم اور کبار مشائخ وقت میں تھے، ۱۱۹۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بنی اعمام میں سے ہیں، محمد ظاہر تاریخی نام ہے، ابتدائی درسی کتابیں اپنے حقیقی چچا مولانا سید قطب الہدیٰؒ (تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ) سے پڑھیں، پھر ملک العلماء مولانا عبدالعلی بحر العلوم کے دو شاگردوں مولانا ذوالفقار علی دہلوی اور مولانا عبدالجامع سیدن پوری سے تکمیل کی، اور اکابر علماء عصر سے استفادہ اور مذاکرہ کیا، حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور سلوک کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی، اور آپ کی معیت میں ۱۲۳۶ھ میں حج کیا، سالہا سال آپ کے ساتھ رہے۔

تقریر دل پذیر، خشونت و نفسانیت سے پاک ہوتی تھی، متفق علیہ مسائل کو ہمیشہ بیان کرتے، فقہ کے جزئی مسائل پر نظر غائر رکھتے، مسائل کی تنقیح اور احادیث کی تحقیق کا اہتمام تھا، رائے بریلی، غازی پور، اعظم گڑھ، جون پور، ریاست ستنہ وریواں وغیرہ میں آپ کے فتاویٰ اور فیصلوں کا بڑا اعتبار تھا، اور ان دیار میں فتاویٰ کے آپ سب سے بڑے مرجع تھے، طرق خمسہ چشتیہ، قادریہ، مجددیہ، نقشبندیہ، محمدیہ میں آپ کو خلافت حاصل تھی، لیکن بیشتر طریقۂ قادریہ میں بیعت لیتے تھے، اس علم و عرفان کے ساتھ فنون سپہ گری خصوصاً بانک بنوٹ، بندوق لگانے میں اساتذۂ وقت میں سے تھے، صحت و حرمت کے ساتھ زندگی بسر کرکے ۸۲ برس کی عمر میں انتقال فرمایا "آہ سید محمد ظاہر" تاریخ وفات ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ (جو سیرت نویسی اور تذکرہ نگاری میں بڑے محتاط اور مبالغہ آرائی سے مجتنب تھے) اپنے مشہور تذکرۂ مشاہیر ہند "نزہۃ الخواطر" کی ساتویں جلد میں لکھتے ہیں کہ "آپ بڑے متورّع و متقی، صاحب وجاہت و جلال، خلیق و متواضع، سلامت عقل، فصاحت زبان میں ممتاز تھے، اللہ تعالیٰ نے حسن صورت، وجاہت جسمانی، شیریں زبانی اور قدرت بیانی سے بھی حصۂ وافر عطا فرمایا تھا، شعر گوئی میں بھی ملکۂ راسخ رکھتے تھے، خاص طور پر بھاشا (خالص ہندی) میں شعر کہنے کی بڑی قدرت تھی، اس زبان میں آپ کے کلام میں بڑی حلاوت و تاثیر ہے" والد ماجد (مولانا حکیم سید فخر الدین صاحبؒ جو آپ کے حقیقی نواسہ تھے) نے اپنی کتاب "مہر جہانتاب" میں اس زبان میں آپ کے کلام کا بڑا اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔[۱] اولاد ذرینہ

---

[۱] "نزہۃ الخواطر" ج ۷، ص ۴۵۶-۴۵۷

نہ تھی، اولاد دختری میں ایک نواسہ مولانا حکیم سید فخر الدینؒ اور پانچ نواسیاں تھیں۔

آپ کی صاحبزادی فاطمہ بی بی (اہلیہ مولوی سید عبد العلی نصیر آبادی مرحوم) نہایت خوش اوقات، اپنے زمانہ کے لحاظ سے تعلیم یافتہ اور خاندان میں بہت باوقار ہوئی تھیں، بدو شعور سے تادم مرگ فرائض وسنن، رواتب وتہجد، اوابین وسنن، چاشت واشراق ونوافل، طاعات وتلاوت قرآن مجید، مطالعۂ رسائل فقہ وحدیث اور اذکار کی پابند تھیں، ترجمہ مشارق الانوار، مشکوٰۃ المصابیح، مفتاح الجنۃ، ضمان الفردوس وحکایات الصالحین، وطب احسانی ورسالہ خوان نعمت وغیرہ کا مطالعہ رہتا تھا، بچوں اور عورتوں کے علاج میں ید طولیٰ حاصل تھا۔[1]

آپ کے شیخ مرشد حضرت سید احمد شہیدؒ کو بھی آپ سے خصوصی تعلق تھا، آپ کے مرید باختصاص مولانا سید جعفر علی صاحب بستوی اپنی کتاب "منظورۃ السعداء" میں لکھتے ہیں کہ میں جب بغرض شرکت جہاد حضرت سید شہید کے لشکرگاہ .... میں ہندوستان سے پہونچا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ رائے بریلی میں سب خیریت ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا، آپ نے فرمایا کہ مولوی محمد ظاہر اچھے ہیں؟ میں نے کہا کہ جی ہاں، حضرت سید صاحب کا پورا خاندان (بجز ۳-۴ اعزہ کے جو آپ کے ہم رکاب تھے) رائے بریلی دائرہ شاہ علم اللہؒ ہی میں تھا، اور وہاں سب قریبی رشتہ کے اعزہ تھے، ان میں صرف مولانا محمد ظاہر صاحب کو پوچھنا خصوصیت اور گہرے تعلق کی دلیل ہے۔ وکفی بہ شرفاً۔

---

[1] تذکرۃ الابرار۔

آپ کا رسالہ "خیر المسالک" (فارسی) جس کا ترجمہ ناظرین کے سامنے ہے،[۱] خاندان کی قلمی کتابوں میں تھا، مصنف کے حقیقی بھائی سید سعید الدین صاحبؒ ابن سید غلام جیلانی کے پوتے الحاج مولوی سید خلیل الدین صاحبؒ نے (جو ضلع کے ممتاز رؤسا و شرفاء میں تھے، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے) مصنف سے خاندانی تعلق کی بناء پر اور اپنے لئے ایک سعادت سمجھ کر اس کی طباعت کا اہتمام کیا، اور اس پر تعارف و تحشیہ کا کام اپنے باکمال ماموں زاد بھائی مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ کے سپرد کیا، جنھوں نے کتاب پر مفید حواشی اور فوائد کا اضافہ کیا اور سنہ ۱۳۰۷ھ میں وہ مطبع انوار محمدی لکھنؤ میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی، یہ کتاب مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کے خاندانی ذخیرۂ کتب میں (جو اب کتب خانہ شبلی نعمانی، ندوۃ العلماء میں امانت اور محفوظ ہے) موجود تھی، اب اس کا اردو ترجمہ پہلی بار شائع کیا جارہا ہے تاکہ وہ محفوظ ہوجائے، اور باصلاحیت افراد اور فنِ سلوک کے رہنما اور اصلاحِ باطن کی تعلیم و تربیت کا کام کرنے والے اس سے فائدہ اٹھاسکیں کہ حقیقتاً یہ کتاب عوام سے زیادہ خواص، متعلمین سے زیادہ معلمین، اور فنِ سلوک کے رہ نوردوں سے زیادہ رہنماؤں کے لئے موزوں و مناسب، قابلِ استفادہ اور طمانینت و بصیرت کا ذریعہ ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۵ر شوال المکرم سنہ ۱۴۱۱ھ — دائرہ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی

---

[۱] یہ ترجمہ مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کا کیا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد عاجز و فقیر سید محمد طاہر عفی اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ تصوف کے مشہور سلاسل چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ کے سلوک کے بیان میں یہ مختصر رسالہ ہے، جو اپنے ایک عزیز کی درخواست پر محققین علماء صوفیہ کی مستند و معتبر کتابوں کی روشنی میں اس فقیر نے مرتب کیا ہے چونکہ یہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود سلوک کی تمام ضروریات اور مبادی کو حاوی اور افراط و تفریط سے پاک ہے، اس لئے "خیر المسالک" نام رکھا گیا۔ توفیق اور تحقیق سب اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ رسالہ چند تحقیقات پر مشتمل ہے۔

طریقت کے اصول

تمام مشائخ تصوف اور اصحابِ سلاسل طریقت کے اصول و مقاصد کے بارے میں متفق ہیں ان میں جو کچھ اختلاف ہے طریقۂ کار کے بارے میں ہے۔ تمام مشائخ سلاسل کا حسب ذیل باتوں پر اتفاق ہے۔

۱۔ سالک کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ صحابہ، تابعین اور سلفِ صالحین کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد درست کرے، ارکانِ اسلام کی پابندی کرے، کبیرہ گناہوں سے بچے، اسلامی شعائر کی تعظیم کرے۔

۲۔ اگر خود کتبِ احادیث و آثار صحابہ و تابعین سے مسائل کے استنباط و استخراج پر قادر نہ ہو تو ضروری ہے کہ چار مشہور فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کسی ایک کی تقلید کرے، تاقص متاخرین کے اقوال کو قابلِ التفات نہ سمجھے یہ سلوک و طریقت کا بنیادی اصول ہے اسے مضبوطی سے پکڑے اس کے بغیر سلوک صحیح نہیں ہوتا۔

عقائد کی درستگی

سلف صالحین کے عقائد کے مطابق صحیح عقائد یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یقین رکھے کہ وہ یکتا اور واجب الوجود ہے (اس کا وجود قدیم ہے، وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں) اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کمال کی تمام صفات کے ساتھ متصف ہے صفات کمال سے مراد حیات، علم، قدرت وغیرہ وہ تمام اوصاف جن کے ساتھ اللہ جل شانہ نے اپنی پاک ذات کو متصف قرار دیا ہے یا جو اوصاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اللہ تعالیٰ کے لئے[1] بیان فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر عیب اور زوال سے پاک ہے، نہ جسم والا ہے نہ کسی جگہ میں ہے اس کا نہ کوئی رنگ ہے نہ کوئی شکل وہ بے مثل ہے سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اس بات پر یقین وایمان رکھے کہ تمام نبی اور رسول حق پر ہیں اللہ تعالیٰ کی چاروں کتابیں (تورات، زبور، انجیل، قرآن) حق ہیں، تمام انبیاء پر عموماً اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً ایمان رکھے، چاروں آسمانی کتابوں پر عموماً اور قرآن پر خصوصاً ایمان رکھے۔

خلفاء[2] راشدین کے فضل وکمال پر اسی ترتیب سے اعتقاد رکھے جس ترتیب سے انھیں خلافت ملی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی محبت کو مضبوطی سے پکڑے رہے، اس بات پر عقیدہ رکھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] جن آیات سے اللہ تعالیٰ کے لئے استواء علی العرش، ضحک اور ہاتھوں کا ثبوت ملتا ہے ان پر اجمالی ایمان رکھنا چاہیئے۔ ان کی تفصیل کو باری تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہیئے۔ متقدمین سلف سے یہی منقول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، استواء علی العرش معلوم ہے اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے یہی سلامتی کا راستہ ہے کیونکہ اس کا اندیشہ ہے کہ انسان تاویل کر کے ناحق کو حق قرار دیدے۔

[2] خلفاء راشدین میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی ترتیب پر اجماع ہے۔

آخرت، حشر و نشر، عذاب قبر، حساب، جنت دوزخ، پل صراط، میزان عمل وغیرہ کے جو حالات بیان فرمائے ہیں بالکل سچ ہیں۔

کبائر (بڑے گناہ)

عقیدہ کی درستگی کے بعد ان بڑے گناہوں (کبائر) کو جانئے جن سے بچنا واجب ہے چند بڑے گناہ یہ ہیں :۔

۱۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑنا۔

۲۔ لواطت۔

۳۔ زنا۔

۴۔ چوری۔

۵۔ ڈاکہ زنی۔

۶۔ شراب نوشی۔

۷۔ ناحق کسی کو قتل کرنا۔

۸۔ غیبت۔

۹۔ جھوٹ بولنا۔

۱۰۔ جھوٹی گواہی دینا۔

۱۱۔ جھوٹی قسم کھانا۔

۱۲۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

۱۳۔ یتیم کا مال ناجائز طریقہ پر کھانا۔

۱۴۔ کسی پر زنا کی تہمت لگانا۔

۱۵۔ ناپ تول میں کمی بیشی کرنا۔

۱۶۔ سود کھانا۔

۱۷۔ جوا کھیلنا۔

۱۸۔ جادو کرنا۔

۱۹۔ خودکشی کرنا۔

۲۰۔ جہاد کے موقع پر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔

۲۱۔ سب بڑے گناہوں سے بڑا گناہ عبادت، حاجت طلبی، روزی رسانی اور مریض کی شفا بخشی وغیرہ میں کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے۔

اوراد و اشغال

عقائد کی تصحیح اور مذکورہ بالا امور کی ادائیگی کے بعد سالک سے مطلوب ہے کہ اپنے اوقات ذکر و تلاوت، نماز و نوافل اور دوسری عبادتوں سے معمور رکھے، اخلاق حسنہ حاصل کرنے کی کوشش کرے ریاکاری، حسد، غیبت اور تمام بری خصلتوں سے اجتناب کرے۔

اس موقع پر ایک نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے وہ یہ کہ طریقت و تصوف کے سلاسل میں سے ہر سلسلہ میں اوراد و نوافل سے وقت کو مشغول رکھنے کا ایک خاص نظام الاوقات بتایا گیا ہے، یہ تمام نظام الاوقات اور طریقے پسندیدہ ہیں لیکن سب سے زیادہ محبوب اور بہتر طریقہ وہ ہے جو حدیث کی صحیح کتابوں کے مطابق ہو۔

میدان سلوک و طریقت کے نو وارد کے لئے اس فن کی باریکیوں اور اسرار و رموز میں مشغول ہونا نفع بخش ہونے کے بجائے مضر ہو جاتا ہے، اس لئے اسے ان اوراد و وظائف پر اکتفا کرنا چاہیئے جو اہلِ سنت کی مشہور کتابوں میں مذکور ہیں سب سے بہتر یہ ہے کہ ان اوراد و اذکار میں مشغول ہو جو عشق و محبت الٰہی کو برانگیختہ کریں اور دل کو خالق و مالک کی طرف کھینچیں۔ جذبۂ محبت کی آبیاری اور تقویت کو اپنا مقصد قرار دے، قدرِ ضرورت حبِّ جاہ، حبِّ مال مٹانے کی کوشش کرے یعنی اس قدر کہ اوراد و اذکار دلجمعی کے ساتھ ادا ہو سکیں، یہ ضروری نہیں کہ مکمل طور سے ذرائع معاش ترک کر دے حتیٰ کہ حقوق واجبہ کی ادائیگی نہ کر سکے اور دوسروں کا محتاج ہو جائے۔

روز و شب کے معمولات و عبادات

سالک کے لئے درج ذیل نمازوں کی پابندی ضروری ہے۔ سترہ (۱۷) رکعت فرض نمازیں، بارہ (۱۲) رکعت سنت مؤکدہ، گیارہ (۱۱) رکعت تہجد و وتر[1]، دو (۲) رکعت اشراق، چار (۴) رکعت

---

[1] یعنی آٹھ (۸) رکعت تہجد، تین (۳) رکعت وتر، یہ اوسط درجہ ہے، زیادہ سے زیادہ تہجد کی رکعتیں بارہ ہو سکتی ہیں اور وتر کو ملا کر پندرہ رکعت ہو جائے گی صحیح بخاری وغیرہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی منقول ہے

صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) چار رکعت زوال کے وقت کی نماز۔

اس جگہ ایک نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ فرائض سنن مؤکدہ کے علاوہ بقیہ نمازوں کی اتنی پابندی نہ کرے کہ ان کی وجہ سے اللہ کے بندوں کے حقوق فوت ہو جائیں، بلکہ مذکورہ نوافل کی ادائیگی کے وقت اگر کوئی دوسرا اہم کام پیش آجائے مثلاً نماز جنازہ یا کسی بندۂ خدا کی حاجت روائی تو نوافل کو چھوڑ کر اسی میں مشغولیت زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہے، عقلمندوں کے لئے اشارہ کافی ہے۔

صبح وشام اور سونے کے وقت کے ان اذکار اور دعاؤں کی پابندی کرے جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، نفی واثبات کا ذکر ہزار بار بلند آواز سے اس کے بعد آہستہ آہستہ کرے اگر اسقدر ممکن نہ ہو تو جتنی بار کر سکے کرے جتنا ممکن ہو درود پڑھے استغفار کرے لیکن پچیس ۲۵ بار سے کم نہ ہو سحر کے وقت سو ۱۰۰ بار سبحان اللہ وبحمدہٖ کا اور سو ۱۰۰ بار لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الخ کا ورد کرے اس میں بڑی برکت ہے۔

عرفہ (۹ ذی الحجہ) اور عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ رکھے ہر مہینہ[1] میں تین ۳ روزے رکھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، شوال میں چھ ۶ روزے رکھے۔ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اپنے زائد مال میں سے صدقۂ فطر اور صدقات واجبہ کے علاوہ ایک جوڑا کپڑا صدقہ کرے

---

[1] افضل یہ ہے کہ ہر ماہ ایام بیض یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھے نسائی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض میں ہرگز افطار نہیں کرتے تھے، نہ سفر میں نہ حضر میں۔

اگر حافظِ قرآن ہو تو روزانہ اس قدر تلاوت کرے کہ سات روز میں قرآن ختم ہو جائے، ہاں اگر دوسرے اہم تر باطنی اوراد و اشغال میں مشغول ہو تو جتنی تلاوت سہولت سے کر سکے کرے، غیر حافظ کم از کم روزانہ سو درمیانی آیات کے بقدر تلاوت کرے جس کی مقدار پاؤ پارہ نصف پارہ کے درمیان ہوتی ہے، روزانہ دو۲ تین۳ ورق حدیث کا مطالعہ کرے ایک۱ دو۲ رکوع قرآن کا ترجمہ سنے۔

سالک اگر قوی المزاج ہو تو اتنی مقدار کھانا کھائے جس سے کم کھانا ضعف کا باعث بن جاتا ہے، اور اگر ضعیف المزاج ہو تو اتنا کھائے کہ زیادہ آسودگی یا بھوک کی وجہ سے اکثر اوقات اس کا دل و دماغ پیٹ میں مشغول نہ رہے۔ دن رات کا ایک تہائی حصہ سونے میں صرف کرے دو۲ حصے بیداری میں، مثلاً دن میں ایک گھنٹہ استراحت کرے چوتھائی رات تک بیدار رہے سحر سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہو جائے اس کے بعد تھوڑی دیر استراحت کرے صبح کے دھندلکے (غلس) میں پھر بیدار ہو جائے سونے جاگنے کے اس پروگرام میں تھوڑی بہت تبدیلی کر سکتا ہے۔

سالک سے عزلت (یکسوئی) اس قدر مطلوب ہے کہ کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بغیر لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا کم کر دے، دینی ضرورت یا عبادت کے لئے لوگوں میں نشست و برخاست اس سے مستثنیٰ ہے مثلاً مریض کی عیادت، مصائب پر دلاسا اور تعزیت، صلہ رحمی، علمی مجالس میں حاضری، طبیعت کی سختی اور پراگندگی دور کرنے کے لئے لوگوں میں بیٹھنا۔

لباس اور کمائی میں اپنے ہم جنس لوگوں سے ممتاز رہنا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اپنے ہم جنس اور ہم پیشہ افراد کے طریقہ پر زندگی گذارے اگر سالک کا تعلق طبقۂ علماء سے ہے تو علماء کے طور طریق پر ہے اگر صنعت کاروں میں سے ہے تو اہلِ صنعت کا لباس پہنے اگر سپاہی ہے تو سپاہیوں کی طرح رہے۔

نفی و اثبات کا ذکر

مذکورہ بالا امور کی پابندی اور ان پر مداومت نصیب ہونے کے بعد سالک کو چاہیئے کہ اب پہلے کی طرح محض وظیفہ اور ڈیوٹی کے طور پر ذکر نہ کرے بلکہ اہلِ عشق[1] و محبت[2] کی طرح ذکر کرے ذکر سے سب سے زیادہ اس شخص کو فائدہ ہوتا ہے جو شخص صحیح المزاج اور قوی العشق ہو۔ جو شخص صاحب اہلِ و عیال اور پراگندہ مزاج

---

[1] عشق کا معنی ہے کسی چیز سے بہت محبت کرنا اور غایت محبت سے دیوانہ ہونا عشق عشقہ سے ماخوذ ہے۔ عشقہ ایک گھاس ہوتی ہے جب وہ کسی درخت سے لپٹ جاتی ہے تو اسے خشک کر ڈالتی ہے اسی طرح جب کسی دل پر عشق کی حالت طاری ہو جاتی ہے تو اس انسان کو خشک اور پیلا کر ڈالتی ہے۔

[2] محبت و عشق کے لفظ کے تکرار سے اس طرف اشارہ ہے کہ ابتداء میں محبوب کے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہے اور آخر میں عشق پیدا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عاشق کی نگاہ میں معشوق کے علاوہ ہر چیز معدوم ہو جائے چنانچہ بعض اہلِ دل نے کہا ہے عشق وہ آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دے' یہ عشق کا اوسط درجہ ہے عشق کے درجۂ کمال کی کوئی حد نہیں ہے۔

ہے یا اس پر صفتِ عشق غالب نہیں ہے ایسے ذکر سے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوتا۔

حاصلِ کلام یہ کہ جمہور اہلِ طریقت کے نزدیک سب سے افضل نفی و اثبات اور اسم ذات کا ذکر ہے اس ذکر کے کچھ شرائط و آداب مقرر ہیں، ان شرائط و آداب کو مقرر کرنے کا راز یہ ہے کہ ان کی رعایت کرنے سے دلجمعی حاصل ہوتی وساوس کا ازالہ ہوتا ہے، محبت کی گرمی پیدا ہوتی ہے۔

ذکرِ نفی و اثبات کے لئے اس درجہ کی فرصت و فراغت چاہئے کہ اس وقت نہ بھوکا ہو نہ بہت زیادہ شکم سیر، نہ غضبناک ہو نہ متفکر اور مغموم خلاصہ یہ کی تمام نفسانی اور خارجی عوارض و مشغولیات سے فارغ ہو خلوت میں جا کر مکمل طہارت حاصل کرے یعنی غسل یا وضو کرکے پاک و صاف کپڑے پہن لے، دل میں کسی طرح گرمی پیدا کرے، خواہ موت کو یاد کرکے، یا محبت انگیز حکایات کا مطالعہ کرکے یا واعظ کا وعظ سن کر یا مؤثر و رقت انگیز اشعار کے ذریعہ یا کسی اور جائز طریقہ سے اس کے بعد دو[۲] رکعت نماز پڑھ کر قبلہ رو نمازی کی طرح بیٹھ جائے اور زبان سے لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرے۔ لَا کو نیچے سے شروع کرے، اِلٰہ دماغ میں کہے اور پوری قوت سے دل پر الا اللہ کی ضرب لگائے، تشدید اور مد کو خاص طور سے ملحوظ رکھے، نفی کرتے وقت غیر اللہ کی محبت[۱] بلکہ غیر اللہ

---

[۱] حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الجمیل" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تصور وخیال ذاکرین کے مختلف مراتب کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، مبتدی کو محبوبیت کا تصور کرنا چاہئے، متوسط کو نفی مقصودیت کا اور منتہی کو نفی وجود کا۔

کے وجود کو پیش نظر رکھے، ذکر نفی اثبات کے وقت سالک کو اس شخص کی ہیئت میں ہونا چاہیئے جو حالت وجد میں ہونے کی وجہ سے اپنا سر کپڑے سے چھپا نہیں سکتا۔ اگر بے تکلف اس پر یہ حال طاری نہ ہو پا رہا ہو تو بہ تکلف اس حال کو طاری کرے جس قدر وجد طاری ہوتا جائے اسی قدر آواز بلند کرتا جائے، وجد کی گرمی بڑھنے کے ساتھ آواز تیز ہوتی جائے گی اور ضرب میں شدت اور تسلسل پیدا ہوتا جائے گا۔

مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جو کامل المزاج اور جوہر محبت کا حامل ہوگا۔ اگر وہ مذکورہ بالا طریقہ پر دو ایک گھنٹہ ذکر کرے گا تو اسے اطمینانِ قلب نصیب ہوگا۔ وساوس کا ازالہ ہو جائے گا اور اسے شوق و محبت کی گرمی حاصل ہو جائے گی، اس کے بعد ایک گھنٹہ اس کیفیت کی نگہداشت میں صرف کرے، اس کیفیت کو عمدہ اور قابلِ قدر سمجھے اور حتی الامکان اس کی نگہداشت کی سعی کرے اگر یہ کیفیت ختم ہو جائے یا کمزور پڑ جائے تو اسے بڑھانے کی کوشش کرے، صحیح الفہم کامل المزاج شخص ایک ہی مجلس میں اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہے، اگر سالک سخت طبیعت قوی الجسم ہے تو تین روز کھانے میں کمی کرے اور چند روز نفی اثبات کا ذکر کرے یقیناً اسے یہ کیفیت حاصل ہو جائے گی اور اسے سمجھ جائے گا، اگر محنت کرنے کے باوجود وہ شخص اس کیفیت سے آشنا نہ ہو سکا تو اسے اس سلسلہ میں معذور سمجھنا چاہیئے اور دوسرے اوراد و وظائف میں مشغول رکھنا چاہیئے اس کے لئے ظاہری اوراد پر عمل کرنا کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

بیعت کی شرعی حیثیت

اسلام لانے کے بعد بیعت مسنون[1] ہے، صحیح احادیث میں آیا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے متعدد بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے، بدعت سے اجتناب اور طاعت پر ثابت قدمی

---

[1] بعض متعصب اہلِ ظاہر کا گمان ہے کہ مروج بیعت مسنون طریقے کے خلاف بلکہ بدعت ہے، یہ لوگ بیعت کو قبولِ خلافت میں منحصر سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ گمان باطل اور مردود ہے کیونکہ بہت ساری احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اسلامی ارکان کی پابندی کرنے پر بیعت لیتے تھے کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے پر وغیرہ جیسا کہ مصنف نے ذکر فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے حضرت جریرؓ کو بیعت کیا اور عہد لیا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں، انصار کی ایک جماعت سے اس بات پر بیعت لی کہ خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھائیں، انصار کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی بعض ضرورت مند غریب مہاجرین سے بیعت لی کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کریں، اس کے علاوہ تزکیہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ بہت سی چیزوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت لینا ثابت ہے بعض محققین کا کہنا ہے کہ بیعت کی مشروعیت کی سب سے روشن دلیل یہ ہے کہ تصوف کے تمام خانوادوں کے سلاسل مشائخ عظام کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتے ہیں، جس طرح حدیث سند کے متصل ہونے سے معتبر ہوجاتی ہے اسی طرح سلاسلِ تصوف بھی اتصالِ سند کی وجہ سے مسنون ہیں کوئی انصاف پسند اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

کے لئے اور کبھی دوسرے شرعی احکام کی پابندی کے لئے یہی سنت اہلِ سنت وجماعت میں جاری ہے کہ اہلِ سنت پیشوایانِ دین کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ تقویٰ اور اخلاص کے لئے بیعت کرتے ہیں اور گوہرِ مراد پاتے ہیں۔

پیر کیسا ہونا چاہیئے

پیر کے لئے ضروری ہے کہ عالم باعمل[۱] ہو عالم سے مراد یہ ہے کہ دین کے ضروری مسائل (عقائدِ صحیحہ، احکام اسلام، اوامر ونواہی) سے واقف ہو خواہ تعلیم حاصل کرکے یا علماءِ عصر کی صحبت میں عرصۂ دراز تک بیٹھ کر، دوسری شرط یہ ہے کہ عادل اور متقی ہو[۲]

۱؎ بیعت کا مقصد برائی سے روکنا، بھلائی کا حکم دینا باطنی سکون کی طرف مریدوں کی رہنمائی کرنا، مریدوں کی بری عادات کی اصلاح کرنا ہے، لہذا جو شخص ان باتوں سے ناواقف ہوگا امر اور نہی کیسے کرسکتا ہے، جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ طریقت میں شریعت کی شرط نہیں ہے بلکہ شریعت تو درویشی میں مضر ہوتی ہے، یہ خالص جھوٹ ہے۔ تمام اکابر صوفیہ مثلاً شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت امام احمد، محمد بن محمد غزالی، امام ربانی مجدد الف ثانی رح، جناب شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں شریعت کا طریقت کے لئے ضروری ہونا مذکور ہے جس شخص کو شک ہو عوارف المعارف، فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین احیاء العلوم، قوت القلوب، مکتوبات امام ربانی، القول الجمیل کا مطالعہ کرے۔

۲؎ کیونکہ بیعت کی مشروعیت تزکیۂ نفس کے لئے ہے اور تزکیۂ نفس میں بلا عمل کے محض قول مفید نہیں ہے لہذا جو پیر قول وعمل دونوں کے ساتھ متصف نہ ہو صرف قول پر اکتفا کرتا ہو وہ بیعت کی حکمت کو فاسد کرنے والا ہے۔

پیر سے کرامات کا ظہور ضروری[1] نہیں ہے، کیونکہ کرامات اور استدراج میں اشتباہ ہو سکتا ہے، استدراج کا ظہور اہلِ بدعت بلکہ کفار سے بھی ہوتا ہے، تائیدِ الٰہی سے اولیاء کرام سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے، اولیاء کی کرامات برحق ہیں، لیکن پیر کی بنیادی شرط یہ ہے کہ شریعت کا پابند ہو، اگرچہ بظاہر اس سے کرامات کا صدور نہ ہوتا ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ کسی معتبر شیخِ طریقت کی صحبت[2] میں رہ کر ارشاد و سلوک کی منزلیں طے کی ہوں۔

مرید کیسا ہو؟

مرید کو عاقل بالغ اور اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہونا چاہیئے، برکت

---

[1] صاحب عوارف نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض افراد کو خوارق عطا فرمائے ہیں بعض کو نہیں۔ حالانکہ یہ لوگ جنہیں خوارق و کرامات نہیں دی گئیں خوارق والوں سے افضل ہوتے ہیں، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خوارق ثابت نہیں ہیں حالانکہ ادنیٰ درجہ کا صحابی تمام اولیاء سے افضل ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ اصحاب فن کی صحبت میں بیٹھ کر ہی کوئی شخص صاحب فن بنتا ہے مثلاً علماء کی صحبت کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس انداز سے پیدا کیا کہ اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ شرکت کے بغیر اسے کمالات حاصل نہیں ہوتے اس کے برخلاف حیوانات کے اکثر کمالات پیدائشی ہیں۔

کے لئے بچوں کو کسی پیر طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرانا جائز ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت[1] ہے، مرید کے لئے بیعت کو پورا کرنا ضروری ہے، بیعت پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ بیعت کرتے وقت جن چیزوں کا عہد کیا ہے وہ اس کے ذمہ لازم ہو گئیں مثلاً کبائر کو ترک کرنا، صغائر پر اصرار نہ کرنا، فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا، اس کے خلاف کرنا بیعت توڑنے کے مرادف ہے جو ایک بڑا گناہ ہے[2] نعوذ باللہ من ذلک۔

تکرارِ بیعت کا حکم

چند صورتوں کے علاوہ تکرار بیعت جائز نہیں ہے، جواز کی صورتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ پیر خلاف شریعت کام کرے تو مرید کے لئے کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت زبیر بن عوام نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے پیش کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور انھیں بیعت کر لیا۔

[2] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ	جس نے عہد توڑ دیا اپنا ہی نقصان کیا
ومن اوفیٰ بما عٰھد اللہ علیہ	اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا
فسیؤتیہ اجراً عظیماً۔	عنقریب اسے اللہ تعالیٰ بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

۲ - پیر کی وفات ہوگئی اور مرید کے سلوک کی تکمیل نہ ہوسکی تھی تو دوسرے پیر کے
ہاتھ پر بیعت ہوسکتا ہے ۔

۳ - پیر مرید سے اتنے فاصلہ پر رہتا ہو کہ اس سے ملاقات بہت دشوار ہو تو
دوسری بیعت کرسکتا ہے ۔

۴ - پیر زندہ اور موجود ہو لیکن مرید دوسرے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا ہو
یا کسی دوسرے پیر طریقت سے اصلاح لینا چاہتا ہو کیونکہ خود اس کے
پیر سے اس کی اصلاح نہیں ہو پا رہی ہے تو اس کے لئے تکرار بیعت جائز
ہے، پیر کے لئے مناسب ہے کہ مرید کو اس کی اجازت دیدے، اس کو بیعتِ
ارشاد کہتے ہیں، بہت سے بلند پایہ مشائخ تصوف سے بیعتِ ارشاد ثابت
ہے اور محققین کی کتابوں میں موجود ہے، پہلے پیر کو پیر بیعت اور دوسرے کو
پیر ارشاد کہتے ہیں پیر بیعت ایک ہی ہوتا ہے اور پیر ارشاد متعدد ہو سکتے ہیں
اس کا انکار جہالت اور نادانی ہے ۔

بیعت کا طریقہ

سلاسل مقبولہ کے مشائخ کے بیعت کرنے کا طریقہ تقریباً یکساں ہے۔ نہج
و انداز میں تھوڑا بہت فرق ہے، ہر انداز پسندیدہ ہے، اس جگہ بیعت کا سب سے
بہتر اور پسندیدہ طریقہ واضح اور مختصر عبارت میں بیان کرتا ہوں ۔

محققین صوفیہ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کرتے وقت پیر اور مرید ایک دوسرے کے سامنے دوزانو بیٹھیں شروع میں پیر خطبہ مسنونہ پڑھے :-

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ	تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم
ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل	اس کی حمد کرتے ہیں، اس سے مغفرت
علیہ ونعوذ باللہ من شرور	اور مدد کے طالب ہیں اسی پر ایمان
انفسنا ومن سیّات اعمالنا	رکھتے ہیں اور توکل کرتے ہیں، اپنے
من یھدہ اللہ فلا مضلّ لہ	نفس کی برائیوں اور بداعمالیوں سے
ومن یضللہ فلا ھادی لہ	اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جس کو اللہ
واشھد ان لا الہ الا اللہ	ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں
وحدہ لا شریک لہ	کرسکتا اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے
واشھد ان محمدًا عبدہ	کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، میں
ورسولہ ۔	گواہی دیتا ہوں کہ تنہا اللہ تعالیٰ
	معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں
	اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ
	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے
	بندے اور رسول ہیں۔

اس کے بعد پیر اپنے دائیں ہاتھ سے مرید کا دایاں ہاتھ پکڑ کر مرید سے یہ الفاظ

کہلوائے " بسم اللہ الرحمن الرحیم یا اللہ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی یا اللہ مجھے بخش دیجئے، اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھا کر ایمان مجمل کی تعلیم دے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔
اٰمنتُ باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہٖ وقبلتُ جمیع احکامہٖ	میں اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ اس کی ذات ہے اس کے ناموں اور صفات سمیت اور میں نے اسکے تمام احکام قبول کئے۔

اس کے بعد مرید سے یہ الفاظ کہلائے " میں بیعت کرتا ہوں فلاں کے ہاتھ پر طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ میں یا ان میں سے کسی ایک میں[1]"۔

اس کے بعد پیر کہے " اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس سلسلہ کی نعمتیں نصیب فرمائے، پھر مرید کے حق میں بیعت پر استقامت کی اور دوسری چیزوں کی دعا کرے۔

سلسلۂ چشتیہ کے اوراد و وظائف

سلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے جب کسی کو

---

[1] یہ مردوں کی بیعت کا مخصوص طریقہ ہے عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ پیر کے ہاتھ میں ہو دوسرا کنارہ بیعت کرنے والی عورتوں کے ہاتھ میں، اس حالت میں پیر وہ الفاظ کہلائے جو مصنف نے ذکر کئے ہیں، کپڑا پکڑائے بغیر محض زبانی بیعت بھی جائز ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

سلسلہ چشتیہ کے موافق تلقین کرنا چاہے اول سالک کو حکم دے کہ جمعرات[1] کے دن روزہ رکھے اس کے بعد دس بار استغفار کرے اور دس بار درود پڑھے، مرشد قبلہ کی جانب پشت کر کے بیٹھے، سالک کو اپنے روبرو بٹھائے اگر یک ضربی ذکر کرنا ہو تو دو زانو بیٹھے۔ لا کو ناف کے نیچے سے کھینچے، اور دائیں کندھے تک پہونچادے، لا کھینچنے میں تصور کرے کہ غیر اللہ کے تصور کو دل سے نکال دے، اور لا کی تیغ سے نفی کر دی کہ کوئی معبود اور مقصود اور موجود نہیں ہے، اس تصور کے وقت لفظ اللہ کو دماغ میں جاگزیں کرے، اور نیا سانس لے کر اتنی زور اور شدت سے دل پر الا اللہ کی ضرب لگائے کہ دل و دماغ کا شک و شبہ ریزہ ریزہ ہو جائے اور باری تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی مقصود باقی نہ رہے، الا اللہ کی ضرب لگاتے ہوئے یہ تصور کرے کہ اس ذکر کا نور قلب کے واسطے سے

---

[1] کسی دن اور وقت کی تخصیص کسی توجیہ اور صراحت کے بغیر درست نہیں ہے شریعت کی توجیہ نصوص کے ظاہری الفاظ کی بنا پر ہوتی ہے اور اہل سلوک کی دلیل اشراق نفوس ہے غیبی الہامات کے ذریعہ حضرات صوفیہ پر بہت سی ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو اہل ظاہر سے مخفی رہتی ہیں ان چیزوں کا اختیار کرنا سعادت کا باعث بنتا ہے خصوصاً اگر وہ چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہو مثلاً عشرۂ ذی الحجہ، رمضان کی راتوں، جمعہ کی گھڑیوں اور جمعہ کے آخری تہائی حصہ کا متبرک ہونا شریعت سے ثابت ہے اس سلسلہ میں اس حدیث سے استدلال بھی مناسب ہے۔ بارک اللہ یوم السبت ویوم الخمیس (اللہ تعالیٰ نے سنیچر اور جمعرات کے دن کو بابرکت بنایا۔) اس کے باوجود اس دن کی تخصیص ضروری نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے اور مشائخ کا معمول ہے۔

پورے جسم میں پہونچ رہا ہے (قلب سینہ کے بائیں حصّہ کے نیچے ہے اور پورے جسم کا حاکم ہے) بار بار لا الٰہ الا اللّٰہ کا ذکر کرتا رہے حتیٰ کہ اس کا ذوق پیدا ہوجائے، اس کے بعد ایک گھنٹہ مراقبہ کرے اور تصور کرے کہ اللہ میرے سامنے موجود ہے، مجھے دیکھ رہا ہے، میرے ساتھ ہے۔ میرا مشاہدہ کر رہا ہے، پوری قلبی توجہ سے موجود حقیقی کے ذاتی صفاتی انوار کا جویا رہے جو کہ ذکر کا مقصود ہے۔

اگر چار ضربی ذکر کرنا چاہے تو چہار زانو بیٹھے، سر بائیں زانو کے قریب لاکر لَا کو کھینچے اور دائیں کندھے پر لائے، الٰہ کو دماغ میں جاگزیں کرے[1]، نیا سانس لے کر بائیں زانو پر اِلّا اللہ کی ضرب لگائے، پھر لَا کھینچ کر الٰہ کو دماغ میں جاگزیں کرے، اس کے بعد نیا سانس لے کر اِلّا اللہ کی ضرب اپنے دل پر لگائے، چوتھی بار لَا کھینچ کر الٰہ کو دماغ میں جاگزیں کرے اس کے بعد نیا سانس لے کر اِلّا اللہ کی ضرب دونوں زانوؤں کے درمیان اپنے سامنے لگائے اسی طرح بار بار ذکر کرتا رہے تاکہ ذوق پیدا ہوجائے، اس کے بعد مراقبہ کرے ذکر کرتے ہوئے ہر بار تصور کرے کہ ذکر کا نور پورے بدن میں پہونچ رہا ہے۔ اگر اسے ذکر کا ملکہ حاصل ہوجائے تو ذاکر اپنا پورا بدن نور میں غرق محسوس کرے گا۔

پاس انفاس اور حبس دم کا شغل (جن کی تفصیل آئندہ آئیگی) تصوف و طریقت کے ہر سلسلہ میں بڑا مفید مانا گیا ہے، ذکر جہری سے دماغ میں ضعف پیدا ہوجاتا ہے لہٰذا ذکر کرنے والے کے لئے لطیف غذا مناسب ہے، بیمار اور کمزور سالکین کو

---

[1] اِلّا اللہ کی ضرب دائیں زانو پر لگائے پھر اسی طرح لَا کھینچ کر دماغ میں جاگزیں کرے۔

دوسرے اذکار و شاغل میں مشغول کرنا چاہیئے۔ دو ضربی ذکر میں یک زانو بیٹھنا کافی ہے، تین ضربی ذکر میں چہار زانو بیٹھنا چاہیئے، پہلی ضرب بائیں زانو پر لگائے دوسری ضرب دائیں بازو پر، تیسری ضرب دل پر، دو ضربی ذکر میں پہلی ضرب دونوں زانوؤں کے درمیان اپنے روبرو لگائے دوسری ضرب دل پر، ہمارے زمانہ میں اسی قدر ذکر وشغل کافی ہے جو کم ہو اور کافی ہو اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کردے۔

چلّہ کشی کا طریقہ

جو شخص چلہ کشی[1] کرے روزہ رکھے کھانے گفتگو کرنے اور لوگوں سے ملنے میں کمی کردے با وضو رہا کرے جمعہ اور جماعت نہ چھوڑے جب چلہ نشینی کیلئے حجرہ[2] میں داخل ہو یہ دعا پڑھے:۔

---

[1] صوفیہ نے لکھا ہے کہ چلہ کا ماخذ یہ آیت کریمہ ہے وواعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ (موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا) چلہ اس چیز سے بھی مستفاد ہے کہ اکثر و بیشتر انسانی صلاحیتوں کی تکمیل چالیس سال میں ہوتی ہے چنانچہ اکثر انبیاء کرام چالیس سال کے بعد منصب نبوت سے سرفراز ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ چالیس کے عدد کو نفس کے کمالات اور فیضان قدس کے حاصل ہونے میں خاص دخل ہے۔

[2] صوفیہ نے لکھا ہے کہ حجرہ میں داخل ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں رکھے اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھے تین بار قل اعوذ برب الناس پڑھے، بایاں پیر داخل کرتے وقت کتاب میں مذکور دعا پڑھے۔

اللھم انت ولیّ فی الدنیا	خدایا آپ دنیا اور آخرت میں
والآخرۃ کن لی کما کنت	میرے کارساز ہیں جس طرح آپ
لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کارساز تھے
وارزقنی محبتک اللھم	اسی طرح میری کارسازی فرما،
ارزقنی حبّک واشغلنی	مجھے اپنی محبت نصیب فرما، خدایا
بجمالک واجعلنی من	مجھے اپنی محبت سے ہمکنار کر اپنے
المخلصین اللھم امح نفسی	جمال میں مشغول کر، مجھے اپنا مخلص
بجذبات ذاتک یا انیس	بندہ بنا، خداوندا! اپنی ذات
من لا انیس لہ ربّ	کی کشش سے میرے نفس کو مٹا دے
لا تذرنی فردًا وانت	اے بیکسوں کے مونس: اے رب
خیر الوارثین۔	مجھے تنہا نہ چھوڑیئے آپ بہترین
	وارث ہیں۔

اس کے بعد مصلیٰ پر کھڑے ہو کر اکیس ۲۱ بار " انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض وما انا من المشرکین" پڑھے اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں اٰمن الرسول الخ پڑھے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد لمبا سجدہ کرے اور اس میں دعا کرے، اس کے بعد سر اٹھا کر پانچسو ۵۰۰ بار یا فتّاح کہے پھر اوراد، اذکار تلاوتِ قرآن

اور مسنون دعاؤں میں مشغول ہو جائے۔

کشفِ قبور

اگر اولیاء کی ارواح سے استفادہ کرنا چاہے تو قبرستان میں جاکر دو[۲] رکعت نماز ادا کرے اگر سورۂ انا فتحنا یاد ہو تو پہلی رکعت میں آدھی سورت اور دوسری رکعت میں آدھی سورت پڑھے اس کے بعد قبلہ کی طرف پشت کرے اور چہرہ اس بزرگ کی قبر کی طرف، سورۃ الملک پڑھے تکبیر کہے اور کلمۂ طیبہ پڑھے گیارہ[۱۱] بار سورۂ فاتحہ پڑھے اس کے بعد قبر سے قریب ہو کر اکیس[۲۱] بار بلند آواز سے "یا رب یا رب" کہے، پھر یا روح[۱] الروح کہتا ہوا قلب پر ضرب لگائے اس ذکر کی تکرار اس قدر کرے کہ پورے ذوق و شوق اور انشراح صدر کے ساتھ نور ظاہر ہو جائے اس کے بعد مراقبہ کرے اور قبر کے اندرون کا تصور کرے یقین ہے کہ اس عمل سے کشف قبور اور ملاقات ارواح کا مقصد حاصل ہو جائیگا۔ اگرچہ بعض مشائخ چشت سے صلوٰۃ معکوس ثابت ہے لیکن چونکہ صلوٰۃ معکوس طریقہ سنت کے خلاف ہے اور اکابر مشائخِ صوفیہ اور فقہاء کے یہاں اس کا سراغ نہیں لگتا لہذا اس کو حذف کر دیا گیا۔

---

[۱] مشائخ نے لکھا ہے کہ پہلے یا روح کہہ کر آسمان کی طرف دم کرے اس کے بعد یا روح الروح کہہ کر قلب پر دم کرے حتیٰ کہ اپنے دل میں فرحت اور روشنی محسوس کرنے لگے۔

سلسلۂ قادریہ کے اوراد و وظائف

سلسلۂ قادریہ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے سلسلۂ قادریہ میں سب سے پہلے اسم ذات کے ذکر کی تلقین کی جاتی ہے کہ لفظ اللہ کو پورے شد و مد کے ساتھ بلند آواز سے دوزانو بیٹھ کر کہے، ہر بار لفظ اللہ کہتے ہوئے نیا سانس لے، یہ تصور کرے کہ اللہ کے پاک نام کا نور پورے بدن کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ذکر کا تکرار و اعادہ کرتا رہے، حتی کہ ذکر کا نور اس کے جسم کو محیط ہو جائے، اسم ذات کے ذکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک سانس میں دو بار اللہ اللہ کہے پھر نیا سانس لے، دو ضربی ذکر میں دوزانو بیٹھے پہلی ضرب دائیں زانو پر لگائے دوسری ضرب دل پر[1]، تین ضربی اور چار ضربی ذکر میں اس طرح کرے جس طرح سلسلۂ چشتیہ کے سلوک میں گذر چکا۔

---

[1] شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان ضربوں کی اور ان کے خاص شرائط و آداب کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ انسان اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ اس کی توجہ مختلف سمتوں اور مختلف آوازوں کی طرف اٹھتی رہتی ہے، اس کے دل میں مختلف وساوس و اوہام آتے رہتے ہیں، لہذا علمائے طریقت نے غیر اللہ سے توجہ ہٹانے کے لئے یہ طریقہ مستنبط کیا تاکہ رفتہ رفتہ اس کی توجہ اپنی ذات سے ہٹکر ذات باری پر مرکوز ہو جائے۔

جب سالک پر اس[1] ذکر کے اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں یعنی سالک اپنے دل میں ایک خاص قسم کی رونق اور برکت محسوس کرنے لگتا ہے تو مشائخِ قادریہ سالک کو ذکر خفی کی تعلیم دیتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھ اور منھ بند کر کے زبانِ دل سے کہے "اللہ سمیع، اللہ بصیر، اللہ علیم" (اللہ سننے والا، دیکھنے والا، جاننے والا ہے) پہلی مرتبہ اپنے تصور میں اپنی روح کو "اللہ سمیع" کے درمیان رکھ کر ناف سے دماغ تک پہونچائے پھر "اللہ بصیر" کے درمیان اپنی روح کا تصور کر کے دماغ سے چوتھے آسمان تک پہونچا دے، تھوڑا توقف کرنے کے بعد "اللہ علیم" کے درمیان اپنی روح کا تصور کر کے آسمان چہارم سے عرش معلیٰ تک پہونچا دے، تھوڑا توقف کرنے کے بعد "اللہ علیم" کے درمیان اپنی روح کا تصور کر کے اسے عرش معلیٰ سے چوتھے آسمان پر لائے اور وہاں سے "اللہ بصیر" کے درمیان روح کا تصور کر کے دماغ میں لائے وہاں سے "اللہ سمیع" کے درمیان اپنی روح کا تصور کر کے ناف تک پہونچائے، اس ذکر کو "دورۂ قادریہ" کہتے ہیں، اس دورہ کا تکرار کرنا ہے، جب اس ذکر کو ٹھہراؤ حاصل ہو جائے اور ذاکر اپنے اندر ذوق و شوق، غلبۂ محبت اور

---

[1] مشائخ نے بیان کیا ہے کہ ذکر جلی کا اثر پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے ذوق و شوق اور سکونِ قلب حاصل ہو، وسوسے دور ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نام اور حکم کو اس کے ماسویٰ ہر چیز پر ہر حال میں مقدم رکھنے لگے جب یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر کے انوار نمایاں ہو گئے۔

عشق کی حلاوت محسوس کرنے لگے تو ایسا مراقبہ کرے کہ اس پر ماسوی اللہ کی نفی بلکہ اپنے وجود کی نفی کی حالت طاری ہو جائے اس مقام پر اتنی تفصیل کافی ہے. واللہ اعلم بالصواب.

سلسلۂ نقشبندیہ کے اوراد و وظائف

طریقۂ نقشبندیہ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے، سلسلہ نقشبندیہ میں سب سے بہتر شیخ آدم بنوری[1] رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ ہے، سلسلۂ بنوریہ کے ذریعہ حق تعالیٰ تک رسائی بہت جلد ہو جاتی ہے اس لئے پہلے اسی کو بیان کیا جا رہا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد خلوت میں مرید کو اپنے ساتھ بٹھا کر اسم ذات (اللہ) کے ذکر کی اس طور پر تعلیم دے کہ اپنی زبان کو تالو سے چپکا لے، ظاہری آنکھ بند کر کے تصور کی نگاہ قلب پر ڈالے قلب کی جگہ بائیں پستان کے نیچے دو[2] انگلی کے بقدر ہے، اس عمل کے وقت یقین رکھے کہ اس گوشت کے ٹکڑے قلب میں ایک لطیفۂ نورانی ہے جسے صوفیاء کی اصطلاح میں قلب کہا جاتا ہے، سالک کو چاہیئے کہ اپنے کو مکمل طور سے قلب کی طرف متوجہ کر کے اللہ کے نام کو مضغۂ گوشت قلب سے اس طور سے ادا کرے کہ اس نام کو ذاتِ حق

---

[1] حضرت سید آدم بنوری حضرت شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی (مجدد الف ثانی رح) کے اجل خلفاء میں سے ہیں، ان سے طریقۂ مجددیہ نقشبندیہ کی بڑے وسیع پیمانہ پر اشاعت ہوئی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کا پورا خاندان و سلسلہ، حضرت سید احمد شہید رح، اور حضرات علمائے دیوبند، سلسلۂ امدادیہ گنگوہ اور تھانہ بھون کا سلسلہ سب اس سلسلہ میں داخل ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ دعوت وعزیمت" حصہ چہارم۔

کا غیر نہ سمجھے۔

مرید کو مراقبہ[1] اور ذکر کا طریقہ سکھلا کر مرشد اسے مراقبہ کا حکم دے اور خود بھی مراقب ہو کر اس پر توجہ ڈالے توجہ ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی پوری توجہ مرید کے قلب کی طرف کر دے، اپنے قلب کے سرے کو مرید کے قلب کے سرے پر تصور کرے اس طور پر کہ اپنے دل میں کسی اور چیز کا تصور نہ آنے دے، پورے خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے التجا کرے کہ ذکر کا نور دل میں قوی ہو جائے، باطنی کشش اور قلبی توجہ سے مرید کو اپنی طرف کھینچے ایک ساعت اسی طرح متوجہ رہنے کے بعد سر اٹھائے۔

لطائف ستہ کا بیان

جب مرید کو اسمِ ذات کے ذکر کی لذت حاصل ہو جائے اور اس کے قلب کا ذکر جاری ہو جائے تو مرشد نفی و اثبات کا حکم دے نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر سانس[2]

---

[1] مراقبہ رقابت یا رقوبت سے ماخوذ ہے، رقابت کے معنی نگہبانی اور دیکھ بھال کرنا رقوبت کے معنی انتظار کرنا صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مراقبہ کا وہ مفہوم ہے جو مصنف نے بیان فرمایا ہے چونکہ صوفیاء کے مراقبہ میں قلب کو ماسویٰ اللہ کے خیال سے محفوظ رکھا جاتا ہے یا مبدأ فیاض کی طرف سے فیض کا انتظار رہتا ہے، اس لئے مراقبہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت پیدا ہو گئی۔

[2] حبس دم بہت زیادہ نہ کرے اور یکبارگی نہ کرنے لگے بلکہ رفتہ رفتہ کرے یکبارگی کرنے سے اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ دماغ میں خشکی پیدا ہونے سے مختلف امراض کا شکار ہو جائے جس کے نتیجے میں اس کے معمولات میں خلل پڑ جائے، بہت زیادہ حبس دم کرنے سے کہیں انسان کا دم نہ گھٹ جائے جو ہلاکت کا باعث بن جائے حضرات صوفیاء اور جوگیوں کے حبسِ دم میں یہی بنیادی فرق ہے۔

روک کر لاکو ناف سے کھینچے اور لطیفۂ قلب، لطیفہ روح اور لطیفۂ سر سے گذارتا ہوا دائیں کندھے کی طرف سے لطیفۂ خفی و اخفیٰ تک لیجائے پھر وہاں سے اتارتا ہوا قلب پر ضرب لگائے، اس طرح کا ذکر بتدریج ایک سانس میں کئی بار کرے، دھیرے دھیرے تعداد بڑھاتا ہے. حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس ۲۱ بار ذکر کرلیا کرے، ایک سانس میں نفی و اثبات کی تعداد اکیس ۲۱ تک پہونچنے پر نصاب مکمل ہوگیا۔

اس کے بعد لطیفۂ روح کے ذکر کی تعلیم دے لطیفۂ روح دائیں پستان کے نیچے دو انگلیوں کے بہ قدر ہے، جب لطیفۂ قلب کی مانند لطیفۂ روح بھی اسم ذات کے ذکر کے ساتھ جاری ہوجائے تو لطیفۂ سرّ کے ذکر کی تلقین کرے، لطیفۂ سر سینہ کے درمیان میں ہے اس کے بعد لطیفۂ خفی کے ذکر کی تعلیم دے، لطیفۂ خفی پیشانی میں دونوں بھنوؤں کے درمیان ہے اس کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کی تعلیم دے یہ لطیفہ تالو کے بالمقابل سر پر ہے، مذکورہ طریقہ پر اسم ذات کا تکرار کرتے سے پانچوں مذکورہ لطائف میں لذت حاصل کرے، پانچوں لطائف کے جاری ہونے کے بعد لطیفۂ نفس پر چشم تصور مرکوز کر کے اسے بھی اللہ کے نام کے ذکر کے ساتھ جاری کرے، لطیفۂ نفس ناف کے نیچے ہوتا ہے، لطیفۂ نفس جاری ہونے کے بعد لطائف ستّہ (چھ ۶ لطائف) کی سیر مکمل ہوگئی اب سالک کو یادداشت اسمی کی طرف لانا چاہیئے۔

سلطان الذکر کا بیان

یادداشت اسمی کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر اندرون قلب سے

جو خالص نور ہے کرے، اس کی تکرار نہ کرے بلکہ اللہ کے مد کو اس طرح دیر تک کھینچے کہ تانبہ پیتل کے برتن کی طرح آواز پیدا ہو، جس قدر ممکن ہو اسی ایک آواز کی نگہداشت کرے، اسے بند نہ ہونے دے، جب یہ نسبت اتنی قوی ہو جائے کہ تمام لطائف بلکہ پورے بدن میں پوری نورانیت کے ساتھ یہ آواز یکساں طور پر محسوس ہو تو اس ذکر کو سلطان الذکر کہتے ہیں، اس طرح جسم کے واسطے سے تمام لطائف کے ذکر کی سیر مکمل ہو گئی۔

مقامِ فنا و بقا

یادداشت اسمی کے بعد مرید کو یادداشت مسمیٰ کی تعلیم دی جانی چاہیئے، یادداشت مسمیٰ[1] کا طریقہ یہ ہے کہ اندرون قلب سے جس طرح اس نے اللہ کہا تھا اب اللہ تعالیٰ کی ذات کو بے پردہ حاضر و موجود تصور کرے بغیر کسی سمت اور کیفیت کے

[1] یعنی اللہ تعالیٰ بلا کسی کیفیت اور سمت کے موجود ہیں مراقبہ کی حالت میں جہاتِ ستہ (چھ سمتیں) کو نظر انداز کر دے اصل نسبت سے مراد یادداشت مسمیٰ بے کیف ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود ہیں کبھی غائب نہیں ہوتے، اہلِ تحقیق کے نزدیک دل پر شہود حق کا غلبہ حصولِ یادداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ یادداشت مسمیٰ بے کیف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو کر مسلسل چلی آرہی ہے محققین کی تصریحات کے مطابق یادداشت بے کیف ہی کو شریعت کی زبان میں احسان کہا جاتا ہے (سید محمد ابوالقاسم ہسوی)

یہ فنا و بقا وجود و شہود کا مقام ہے، ہمارے زمانہ میں اتنا ہی کافی ہے اگر اسے مشاہدہ میں استغراق حاصل ہو تو یہی مشاہدہ بلند مدارج کی طرف رہنمائی کرے گا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ نے لطائف ستہ کے سلسلے میں اپنے مشاہدہ و کشف سے بیان کیا ہے کہ لطیفۂ اخفی روح اور قلب یمانی کے درمیان وسطِ سینہ میں ہے، لطیفۂ سر قلب اور اخفی کے درمیان ہے، اور خفی روح اور اخفی کے درمیان اور لطیفۂ نفس دماغ میں ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ سلوک دوسرا ہے اگر فرصت ملی بیان کیا جائے گا یا زبانی ان کے سلوک کی تعلیم دی جائے گی۔

لطائف کے انوار کے رنگ

لطیفۂ قلب کا نور زرد ہے، لطیفۂ روح کا نور سرخ، لطیفۂ سر کا نور سفید، لطیفۂ خفی کا نور روشن سیاہ اور لطیفۂ اخفی کا نور سبز ہے، سیر کے وقت صحیح تصور رکھنے والا شخص ان رنگوں کا ادراک کر سکتا ہے، بخیبث نفس اپنے کو لطائف نفسیہ کا ہم رنگ بنا کر تمام لطائف میں فاسد تصرفات کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی توجہ دستگیر ہوتی ہے اور سالک حقیقی کے ذکر کی برکت سے نفس مغلوب ہو کر پاکیزہ اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے تو سالک حق تعالیٰ کے تقرب و مشاہدہ کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے اور اسے مقامِ رہنما حاصل ہوتا ہے، اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔

لطائف ستہ کی ولایت

ہر ایک لطیفہ کی ولایت ایک اولوالعزم نبی کے پاؤں کے نیچے ہے، قلب کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے، روح کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نیچے لطیفۂ سر کی ولایت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے، خفی کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے اور اخفیٰ کی ولایت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نیچے ہے، جس شخص کی طبیعت کو پیدائشی طور پر جس اولوالعزم نبی کے مشرب سے مناسبت ہوتی ہے اس کی ولایت اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتی ہے۔

مشائخ نقشبندیہ کی چند اصطلاحات

سلسلۂ نقشبندیہ میں چند مشہور اصطلاحات خواجہ عبدالخالق غجدوانی[۱] اور خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہما سے منقول ہیں جو اس سلسلہ کی بنیاد ہیں۔ (۱) یاد کرد (۲) بازگشت (۳) نگاہداشت (۴) یادداشت (۵) ہوش دردم (۶) سفر در وطن (۷) نظر بر قوم (۸) خلوت در انجمن، یہ کلمات خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔ تین کلمات خواجہ بہاء الدین

---

[۱] شیخ عبدالخالق غجدوان کی طرف منسوب ہیں جو بخاری کے علاقہ کا ایک گاؤں ہے۔

نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں (۱) وقوفِ زمانی (۲) وقوف عددی۔
(۳) وقوفِ قلبی۔

یاد کرد کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ دلی توجہ کے ساتھ ذکر کرتا رہے خواہ ذکر لسانی ہو یا ذکر دلی۔

بازگشت سے مراد یہ ہے کہ ذکرِ قلبی کے بعد زبان سے کہے "الٰہی انت مقصودی، رضاک مطلوبی، (میرے معبود آپ میرے مقصود ہیں، آپ کی رضامندی میرا مطلوب ہے)

نگاہداشت کا معنی یہ ہے کہ ذاکر اپنے قلب کو غیر ذکر کے وسوسہ سے محفوظ رکھے غیر کا خیال کبھی دل میں نہ آنے پائے۔

یادداشت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں تصور کرے، اس تصور سے اسے دلی لذّت حاصل ہو۔

ہوش دردم سے مراد ہے کہ اپنا کوئی سانس حق سبحانہ، کی یاد کے بغیر نہ گذرنے دے، اسی کو پاس انفاس بھی کہتے ہیں، ہر وقت سانس نکالتے وقت لاالٰہ اور سانس کھینچتے وقت الا اللہ کہے۔

سفر در وطن سے مراد یہ ہے کہ سالک ہمیشہ بشریت کے منازل سے فرشتوں کے منازل کی طرف منتقل ہوتا رہے یعنی تمام بری صفات اور خصلتوں کو ترک کرکے عمدہ صفات کی طرف منتقل ہوتا رہے، وطن سے مراد سالک کی بشری طبیعت ہے۔

نظر بر قدم کا معنیٰ یہ ہے کہ آبادی و صحراء میں ہر جگہ سالک کی نگاہ قدم پر رہے تاکہ اِدھر اُدھر نظر دوڑانا انتشارِ قلب کا سبب نہ بن جائے۔

خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ظاہری جسم مخلوق کے ساتھ ہو لیکن دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ، ہاتھ کام میں مشغول ہو لیکن دل یار کے ساتھ ہو۔

وقوفِ زمانی سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے اوقات کا محاسبہ کرے اگر اوقات نیکیوں میں گذرے ہوں تو شکر ادا کرے اور اگر برائیوں میں گذرے ہوں تو استغفار کرے۔

وقوف عددی سے مراد یہ ہے کہ ذکرِ قلبی کے لئے تعداد کے تصور سے غافل نہ ہو اگر سالک اس سے غافل ہوا تو انتشارِ ذہنی پیدا ہو جائے گا۔

وقوفِ قلبی کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے دل سے ہوشیار اور باخبر رہے کہ اس کا دلی مقصد حق تعالیٰ کے سوا کچھ اور نہ ہو اور حضورِ دائمی میں خلل نہ پڑے۔

سلسلۂ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ کے طریقۂ سلوک کے بارے میں اوپر جتنا لکھ دیا گیا ہمارے زمانے میں اتنا سالک کے لئے بہت ہے اگر توفیقِ الٰہی نے سالک کا ساتھ دیا اور وہ اس سے زیادہ کا طالب ہوا تو خود ہادیٔ مطلق کی رہنمائی اس کے لئے کافی ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔	جن لوگوں نے ہمارے راستے میں محنت کی انھیں ہم ضرور اپنی راہیں دکھلائیں گے۔

شاہ ولی اللہ کو کن سلاسل کی اجازت حاصل تھی؟

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو مذکورہ تینوں سلاسل تصوف (چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ) کے علاوہ چند دوسرے سلاسل میں بھی اجازت حاصل تھی۔ (۱) سلسلۂ سہروردیہ۔ یہ سلسلہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی طرف منسوب ہے جو اس سلسلہ کے بانی ہیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلہ کی اجازت اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب سے حاصل ہے اور انھیں سید عظمت اللہ اکبرآبادی سے (۲) سلسلۂ مدینیہ یہ سلسلہ شیخ ابو مدین رحؒ کی طرف منسوب ہے پھر اس سلسلہ کی دو شاخیں ہیں اول عیدروسیہ جو سید عبداللہ عیدروس کبیر کی طرف منسوب ہے دوم منقاریہ جو سعید بن محمد منقری کی طرف منسوب ہے سلسلۂ مدینیہ کے دونوں شاخوں کی اجازت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ ابو طاہر مکی سے حاصل ہے، منقاریہ دیارِ مغرب میں مشہور ہے۔ اور عیدروسیہ دیارِ عرب حضرموت وغیرہ میں مشہور ہے (۳) طریقۂ شاذلیہ یہ سلسلہ شیخ ابوالحسن شاذلی کی طرف منسوب ہے، شاہ صاحب کو اس سلسلہ کی اجازت شیخ ابوطاہر کردی سے حاصل ہے یہ سلاسل ابومحمد جابر کے واسطہ سے سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہونچتے ہیں اور ان سے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطہ سے سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ (۴) سلسلۂ شطاریہ۔ یہ سلسلہ شیخ عبداللہ شطاری کی طرف

منسوب ہے، شاہ ولی اللہ رح کو اس سلسلہ کی اجازت شیخ ابوطاہر کردی سے حاصل ہے۔

تصوّف کے صرف چار خانوادے نہیں ہیں

لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کہ تصوف کے چار خانوادے ہیں لیکن تصوف کے خانوادوں کو چار میں منحصر کرنا غلط ہے، تصوف کے بہت سے خانوادے ہیں اور بہت سے آئندہ ہوں گے اللہ تعالیٰ کی عنایت و فضل کسی شخص اور کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، قیامت تک ہر صدی کے شروع میں علماءِ ظاہر اور علماءِ باطن تشریف لاکر ملتِ محمدیہ میں کارِ تجدید انجام دیتے رہیں گے۔

ہم ذیل میں تصوف کے مشہور خانوادوں کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ چار میں منحصر کرنا غلط ثابت ہوجائے (۱) زیدیان[1] (۲) عیاضیان (۳) ادہمیان

---

[1] زیدیان عبدالواحد بن زید رح کی طرف منسوب ہے، عیاضیان فضیل بن عیاض رح کی طرف، ادہمیان، سلطان ابراہیم بن ادھم کی طرف، ہبیریان حضرت ہبیرہ بصری رح کی طرف چشتیان حضرات خواجگانِ چشت کی طرف، جنیدیان سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی کی طرف، گازرونیان خواجہ ابواسحاق گازرونی علیہ الرحمہ کی طرف، نوریہ شیخ ابوالحسن نوری کی طرف طیفوریہ شیخ طیفور علیہ الرحمہ کی طرف، جامیہ شیخ احمد رح جام زندہ فیل کی طرف، قادریہ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رح کی طرف اور سہروردیہ شیخ شہاب الدین رح سہروردی کی طرف، کبرویہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی طرف، معینیہ خواجہ بزرگ حضرت معین الدین رح چشتی کی طرف نقشبندیہ خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبند رح کی طرف، احراریہ خواجہ عبیداللہ احرار کی طرف منسوب ہے۔

(۴) ہبیریان (۵) چشتیان (۶) جنیدیان (۷) گاذرونیان (۸) کلیہ (۹) محاسبیہ (۱۰) حقیقیہ (۱۱) نوریہ (۱۲) طیفوریہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا خانوادوں کے بعد دوسرے خانوادے پیدا ہوئے مثلاً (۱) جابیہ (۲) قادریہ (۳) اکبریہ (۴) سہروردیہ (۵) کبرویہ (۶) لیسویہ (۷) معینیہ (۸) نقشبندیہ (۹) احراریہ۔

اس کے بعد تصوف کے دوسرے خانوادے ظاہر ہوئے مثلاً (۱) قدوسیہ یہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا سلسلہ ہے (۲) غوثیہ۔ یہ شیخ محمد غوث گوالیاری کا سلسلہ ہے (۳) باقیہ۔ یہ خواجہ محمد باقی کا سلسلہ ہے (۴) احمدیہ[1]۔ شیخ احمد سہرندی[2] کا سلسلہ (۵) احسنیہ۔ شیخ آدم بنوری کا سلسلہ (۶) علائیہ شیخ الوالعلاء کا سلسلہ، ان کے علاوہ بہت سے خانوادے ہوئے لیکن انھیں شہرت نہیں حاصل ہوسکی مثلاً (۱) مداریہ[3] (۲) قلندریہ[4]۔

---

[1] طریقۂ احمدیہ کو مجددیہ اور معصومیہ بھی کہتے ہیں معصومیہ حضرت مجدد صاحب کے خلیفہ وجانشین خواجہ محمد معصوم کی طرف منسوب ہے۔

[2] سہرند (سین کے زیر، ہا کے سکون، اور را کے زبر کے ساتھ) لاہور اور دہلی کے درمیان ایک بڑا شہر ہے اصل میں سہرند ہے جس کا معنیٰ ہے شیر کی جھاڑی، فارسی والوں کی زبان میں سرہند مستعمل ہے۔ [3] بدیع الزمان شاہ کی طرف منسوب ہے۔

[4] بوعلی شاہ قلندر کی طرف منسوب ہے۔

صوفیاءِ کرام کی چند اصطلاحات ۔ علم کی تحقیق

صوفیاءِ کرام کی درج ذیل اصطلاحات کا جاننا سالک کے لئے بہت ضروری ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علم ظاہر جس کا تعلق زبان اور دل سے ہے علم ظاہر عام ہے جو علماءِ ظاہر و باطن دونوں میں پایا جاتا ہے علم ظاہر ایمان کے ارکان، احکامِ اسلام، اوامر و نواہی اور ان تمام عبادات و معاملات کے جاننے کا نام ہے جسے شارع نے صراحتاً یا اشارۃً بیان فرمایا ہے۔ (۲) علم باطن۔ اس علم کا تعلق صرف قلب سے ہے، علماءِ باطن کے ساتھ یہ علم مخصوص ہے، علم باطن کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) علمِ توحید (۲) ذات وصفات کے ساتھ باری تعالیٰ کی معرفت جسے علم الیقین کہا جاتا ہے (۳) مشاہدۂ حق۔ اسے حق الیقین کہتے ہیں اس کی تشریح بہت طویل ہے۔

تصوف کیا ہے

تصوف کے معنی کے بارے میں علماء صوفیاء کے بہت سے اقوال ہیں۔ ان سب کو نقل کرنے کی اس رسالہ میں گنجائش نہیں ہے لہٰذا یہاں اسی تحقیق پر اکتفا کیا جاتا ہے، جو تمام اصطلاحات کی جامع ہے۔

تصوف کا مطلب ہے دل کو ان چیزوں سے صاف رکھنا جو اسے مکدر کریں، اتنا جان لینا کافی ہے تفصیل طویل ہے، اہلِ تصوف کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر یہ لوگ صوف کا لباس یعنی گدڑی پہنتے ہیں، زیب و زینت ترک کرنے کے لئے اہلِ تصوف نے یہ لباس اختیار کیا ہے، ان لوگوں کا ظاہر زار و نزار ہوتا ہے اور باطن انوارِ الٰہی سے معمور۔

فقر اور فقیر

صوفیا کی اصطلاح میں فقر اور فقیر کا استعمال مختلف معنی میں ہوا ہے لیکن فقر اور فقیر کا وہ مفہوم جو احادیث صحیحہ کے مطابق ہونیکے ساتھ اکابر صوفیا کے مقصود کو بھی حاوی ہے درج ذیل ہے۔

فقر کا مفہوم منعمِ حقیقی کے سامنے ہر حال میں اپنی محتاجی اور مسکنت کا اظہار ہے کہ کسی چیز کو اپنی ملکیت نہ سمجھے فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کا محتاج ہو اور احکام کی بجا آوری میں مسکین صفت ہو کہ کسی حال میں سرکشی اور خود بینی کے اثرات اس کی پیشانی پر ظاہر نہ ہوں، یہی فقر ہے جسے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے باعثِ فخر قرار دیا ہے اور یہی مسکنت ہے جس کی آپ نے دعا فرمائی ہے۔

اللھم احیینی مسکینا	اے اللہ: مجھے مسکنت کی حالت میں
وامتنی مسکینا واحشرنی	زندہ رکھ مسکنت کی حالت میں موت دے

فی زمرۃ المساکین۔ اور میرا حشر مساکین کے ساتھ کر۔

شریعت اور عرف عام میں جو فقر برا سمجھا جاتا ہے وہ افلاس اور ذلت کے مرادف ہے جو انسان کو مجبور رہتا کر در بدر کی ٹھوکر کھلائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فقر کی مذمت کی ہے اور اس سے اللہ جل شانہ کی پناہ مانگی ہے۔

الفقر سواد الوجہ[1] فی الدارین ونعوذ باللہ من الفقر المکب۔	گدائی دنیا اور آخرت میں سامانِ رسوائی ہے۔ ہم اس گدائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو سرنگوں کر دے اور منھ کے بل گرا دے۔

توکل کیا ہے؟

توکل کا وہ مفہوم جو احادیث صحیحہ کے موافق اور محققین صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق ہے تحریر کیا جاتا ہے، دنیا اور آخرت کے تمام معاملات میں سعی اور کوشش کرنے اور اسباب کو اپنانے کے باوجود مسببِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرے اسباب پر بھروسہ نہ کرے، اسباب مہیا ہو جانے کو بھی اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے، حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: اونٹ کو رسی میں باندھ دے پھر توکل کر۔

---

[1] یعنی گدائی دنیا اور آخرت دونوں جگہ انسان کی روسیاہی ہے کیونکہ مفلسی میں نہ دنیا کا کام ٹھیک رہتا ہے نہ آخرت کا، لہٰذا گدائی کی وجہ سے اپنے معاصرین اور خدا کے سامنے شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں توکل کے مذکورہ بالا معنی ہی کی طرف اشارہ ہے۔

توکل کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ "دنیا، آخرت کے اسباب کو ترک کر دے اور یہ سوچ کر گوشہ نشین ہو جائے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے خزانۂ غیب سے ملے گا اس طرح بیوی بچوں کو ہلاکت میں ڈال دے" کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے اسباب پیدا فرمائے ہیں، اسباب کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی، اگر بلا کچھ کئے دھرے روزی مل جایا کرے تو تمام دنیا کا نظام معطل ہو جائے اس نکتہ کی تشریح بہت طویل ہے۔ واللہ اعلم

زہد اور زاہد کا مفہوم

زہد کے معنی ہیں "بے رغبتی" شریعت کی اصطلاح کے مطابق زاہد اس شخص کو کہتے ہیں جو دنیائے فانی اور اسبابِ دنیا سے بے رغبت ہو اور اس کی پوری توجہ دارِ آخرت کی طرف ہو جو دائمی ہے۔

صبر کی حقیقت

صبر کی تعریف مختلف پیرایوں میں کی گئی ہے، مقصد پر حاوی اور اہلِ شرع کی اصطلاح کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہونا، دل یا زبان سے حرفِ شکایت نکالے بغیر مصائب کو جھیلنا صبر ہے۔ ارشاد باری ہے۔

والصابرين فى البأساء	مصائب وامراض میں اور جنگ کے
والضرّاء وحين البأس	موقع پر صبر کرنے والے یہی لوگ سچے
اولئك الذين صدقوا	اور پرہیزگار ہیں اوران صبر کرنے والوں
واولئك هم المتقون ۝	کو بشارت دیجئے کہ جو مصیبت پڑنے
وبشّر الصابرين الذين	پر کہتے ہیں ہم سب اللہ کی ملکیت
اذا اصابتهم مصيبة	ہیں اور ہم سب کو لوٹ کر
قالوا انّا لله وانّا اليه	اللہ تعالیٰ ہی کی خدمت میں
راجعون ۝	حاضر ہونا ہے۔

ایثار کیا ہے؟

دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنے کا نام ایثار ہے لیکن عبادت میں ایثار مذموم ہے مثلاً یہ کہ اپنے وضو کا پانی دوسرے کو دیدے اور خود تیمم کرے۔

بخل کی حقیقت

شریعت کی اصطلاح میں بخیل وہ شخص ہے جو اللہ یا بندوں کے حقوق میں کوتاہی کرے مثلاً زکوٰۃ نہ دے، نذر کی ادائیگی نہ کرے، اہل وعیال کو نفقہ نہ دے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بعد اگر ایک شخص فقراء ومساکین کو کچھ نہ دے

وہ بھی بخیل ہے لیکن آخرت میں اس پر عذاب نہیں ہوگا مگر ملامت کا صدمہ اٹھانا پڑے گا۔

شکر کا مفہوم

منعم کی تعریف کر کے نعمت کے اظہار کا نام شکر ہے، شاکر وہی شخص کہلاتا ہے جو نعمت ملنے کے بعد منعم کو فراموش نہیں کرتا اور نعمت کو منعم کی خوشی کی جگہوں میں صرف کرتا ہے، اس کے برخلاف کرنا، کفرانِ نعمت (نعمت کی ناشکری) کہلاتا ہے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ مالک حقیقی کی مرضی کے خلاف کوئی کام کر کے (جسے گناہ کہا جاتا ہے) شرمندہ ہو اور اس کام سے دل بیزار ہو جائے۔

پیر اور مرید کا معنی

پیر وہ شخص ہے جس کا نفس کمزور اور دل قوی ہو۔

مرید وہ شخص ہے جس کا ارادہ ہر حال میں اللہ جل شانہ کی طرف ہو۔

Scanned on 13.12.2017 in Rae Bareli